بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ

یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا

چہل حدیث

فضائلِ لباس

جس کو

حسبِ ارشاد اہلیہ محترمہ

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ لکھا

جس کا مطالعہ

عورتوں کے حقوق پہچاننے اور ان کی قدر و حفاظت کرنے کے لئے مردوں کو بھی مفید ہے

مُرتّب

(حضرت) صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی

(خلیفہ مجاز حضرت قدس سرہٗ) مدینہ منورہ

مقدمہ و نظرثانی

از حضرت مولانا محمد عاقل صاحب

اُستاذِ حدیث، صدر مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور و خلیفہ مجاز حضرت قدس سرہٗ

ناشر

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد۔ گلی ۱۹ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَضائِل لِبَاسْ

حسب الارشاد اہلیہ محترمہ
قُطب الاقطاب شیخ الحَدیث حَضرت مُولانا مُحمّد ذکریّا
مُہاجر مَدنی قدس اللہ سِرہٗ

مُرتّب

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب **آفتاب احمد** (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۱۰ شوال ۱۴۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا

چہل حدیث

فضائلِ لباس

مُرتّبہ

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی

خلیفۂ مجاز حضرت قدس سرہٗ

مُقدمہ ونظرِ ثانی

از حضرت مولانا محمد عاقل صاحب، خلیفۂ مجاز حضرت قدس سرہٗ

اُستاذِ حدیث وصدر مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

ناشر

مکتبۃ الشیخ رح ۳۶۷/III بہادر آباد گلی ۱۹، کراچی

عرض ناشر

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَمَّا بَعۡد

ماہ جمادی الثانیہ میں بندہ، مدینہ پاک حاضر ہوا تو مخدوم و مکرم حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی مدظلہ العالی نے اپنے رسالہ "فضائل لباس" کا تذکرہ فرمایا اور ساتھ ہی حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ العالی کا مفصل خط جس میں رسالہ پر حذف و اضافہ تفصیلاً درج تھا، دکھایا اور بتایا کہ مسودہ تو محترم الحاج بھائی صغیر احمد صاحب کو لاہور بھیج چکا ہوں، لیکن میرے خیال میں تُو یہ کام اچھی طرح کر سکے گا۔ بندہ نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا کہ حضرت امّاں جی مدظلہا کی دُعاؤں میں یہ عاجز بھی شریک ہو جائے۔

اللہ جل شانہٗ، حضرت قدس سرہٗ، نوّر اللہ مرقدہٗ کے فیوض و برکات سے حضرتؒ کے منتسبین، خصوصاً حضرت امّاں جی و مخدوم و مخدوم زادہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم کے ذریعہ ہم سب خُدّام کو اور تمام پڑھنے و سُننے والوں کو مستفید فرمائے۔ آمین

والسلام

مُحَمَّدْ یَحْییٰ مَدَنِیْ

مقدمہ

از* حضرت مولانا محمّد عاقلؔ صاحب مدظلہ

اُستاذِ حدیث وصدر مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور
وخلیفۂ مجاز حضرت شیخ الحدیث نوّر اللہ مرقدہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ
حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا
وَبعدُ!

محترم الحاج صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی زِیدَ مَجْدُہٗ نے ازراہِ شفقت وکرم بندہ کے پاس اپنی اس تازہ ترین تصنیف کا مسوّدہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمایا، اور تحریر فرمایا کہ اوّلاً یہ احقر اس مضمون کو پڑھ لے اور اس میں جہاں کہیں حذف واضافہ مناسب سمجھے وہ کردے، ثانیاً یہ کہ چونکہ انھوں نے یہ رسالہ حضرت اماں جی مدظلہا کے حکم سے لکھا ہے، لہٰذا ان کو سُنا کر اُن سے اس کی منظوری لے لے کہ اگر پسند ہو تو شائع کردیا جائے، ورنہ جو حکم وہ فرمائیں۔

چنانچہ احقر نے پورا مضمون محترمہ اماں جی صاحبہ کو سُنایا۔ انھوں نے اس کو سُن کر پسند فرمایا، اور صوفی صاحب کو بہت دُعائیں دیں اور یہ کہ اس کو ضرور شائع کردیا جائے، اِنْ شَاءَ اللہ مفید ثابت ہوگا۔

بندہ نے بھی صوفی صاحب کی تعمیلِ حُکم میں اس میں کہیں کہیں معمولی سا حذف واضافہ کردیا ہے، اور ان کی خدمت میں لکھ دیا ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو بندہ کی تحریر سے جو مناسب سمجھیں وہ اس میں شامل فرمادیں۔

مؤلّفِ موصوف نے مضامین کی ترتیب اور عورتوں کی فہمائش میں ان کے مزاج اور فطری جذبات کی رعایت کرتے ہوئے بہت اچھا اُسلوب اور طرزِ بیان اختیار فرمایا ہے۔ ورنہ یہ فیشن ان عورتوں کے حق میں ایسا وبالِ جان ہوگیا ہے کہ اکثر ان میں سے اس کے خلاف سُننا بھی گوارا نہیں کرتیں، عمل کا نمبر تو بعد کا ہے۔ عوام اور جُہلا کا ذکر نہیں خواص اور شرفاء جو دینداری میں بھی مشہور ہیں، ان کے گھروں میں بھی یہ مصیبت داخل ہورہی ہے۔ فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكَىٰ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ ۔

یہ تو ظاہر ہے کہ رسالہ کا سارا مضمون قرآن کریم اور حدیث پاک کی تعلیمات کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ باقی مضمون خواہ کتنا ہی اُونچا اور صحیح کیوں نہ ہو، مفید اور کارگر اسی وقت ہوگا، جب کہ اس کو عمل ہی کی نیّت سے پڑھا جائے۔ وَاللهُ الْمُوَفِّقُ

فقط

محمد طلحہ
مظاہر علوم، سہارنپور

۱۴ ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اماں جی مدظلہا العالی، یعنی قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی اہلیۂ محترمہ، جو حضرت مجددِ تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی صاحبزادی بھی ہیں، ان کے یہاں عورتوں کی تعلیم کا ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے، اور ویسے بھی ہمیشہ ان کے یہاں لڑکیوں کی تعلیمِ قرآن اور آنے والی مستورات کے لیے نصائح کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خصوصاً حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متوسلین اور مہمانوں کی عورتیں ان سے فیض یاب ہوتی رہتی ہیں۔ اُن کے ذریعہ اس مبارک اور مثالی دیندار خاندان کی دینی خصوصیات طبقۂ نسواں کو حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ مختلف جگہوں سے آنے والیوں کے غیر شرعی رسم ورواج اور ان کے اعمال کی اصلاح کی اماں جی کو بہت فکر ہوتی ہے اور بُری چیزوں سے دل کو بہت کوفت ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنے اس غلام کو حکم فرمایا کہ عورتوں کے لیے لباس کی اصلاح، فیشنی لباس کی مذمت، اور شرعی ومسنون لباس کی ترغیب میں ایک مختصر سا رسالہ لکھ دے تاکہ آنے والیوں کو سُنایا جائے اور پڑھی لکھیوں میں تقسیم بھی کیا جائے، اور اس کا نام بھی انھوں نے خود ہی "فضائلِ لباس" تجویز فرمایا۔

لہٰذا تعمیلِ حکم میں لباس کے متعلق تقریباً چالیس احادیث لکھنے کا

ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ نافع بنائے۔

اللہ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ ذاتِ پاک صَمَد ہے، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ ذاتِ پاک تو ہماری ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ہم ہر طرح سے صرف اُسی کے مُحتاج ہیں، اپنے باقی رہنے میں بھی، اور اپنی عزت اور راحت و آرام کے حاصل کرنے میں، اور ہر قسم کے نقصان دینے والی چیزوں سے اور ذلّت و پریشانیوں سے محفوظ رہنے میں صرف اسی کے

کارساز

محتاج ہیں۔ اور وہی ہمارا لازمی چارۂ کار ہے اور اور وہی تمام ضرورتوں کو پُورا کرنے والا ہے، اس کے علاوہ اور کسی چیز سے اور طریقہ سے ہمارا کوئی مقصد پُورا نہیں ہوسکتا، مگر وہ ذاتِ پاک نظر نہیں آتی، اس پر ایمان بالغیب ہی ہے لیکن ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہم نظر آنے والی چیزوں سے اپنا مطلب پُورا ہوتا سمجھتے ہیں، مثلاً مال و دولت میں، حکومت میں اور اپنی بڑائی کا اظہار کرنے میں عزت اور سکون کے حاصل ہوجانے کا گمان کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں کہ مال و دولت والوں کو راحت و سکون نہیں ہے، دُنیا میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں مل سکتا جو خدا کو چھوڑ کر مال و دولت کے ساتھ عزت و سُکون میں ہو، اور جو کوئی نظر بھی آتا ہو تو اس کے حالات تحقیق کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ وہ قِسما قِسم کی پریشانی میں ہے، اور کوئی ایک بھی سچّا اللہ والا ایسا نہیں مل سکتا جس کو حقیقی سکون اور حقیقی عزت حاصل نہ ہو۔ اِس کی تفصیل دیکھنی ہو تو راقم الحروف کا رسالہ " دُنیا کی جنّت " دیکھیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو، اپنے کام بنانے والا اور تمام نعمتیں دینے والا اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان، رحیم و کریم ہے، اُن کو اپنے بندوں سے بہت محبت

ہے، اس نے بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے لیے اپنے رسولؐ اور اپنے حبیبؐ کو بھی بہت کریم اور شفیق بنایا اور ان کی شان میں فرمایا کہ وہ اُمت کے فائدے کے بہت ہی آرزومند ہیں اور اُن پر اُمت کے نقصان کی بات بہت گراں ہے - اور وہ رؤف ورحیم ہیں، خصوصاً عورتوں پر تو حضور

عورتوں پر اللہ ورسولؐ کی مہربانیاں

صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی شفقت ہے، احکام میں ان کی بے حد رعایت فرمائی ہے - ان کی عزت کو بہت بڑھایا، ان کے ہر قسم کے نقصان سے حفاظت کی فکر فرمائی، عورتوں کے ہلکے پھلکے کاموں کا اجر مردوں کے بڑے بڑے مجاہدوں کے اجر کے برابر قرار دیا -

اللہ تعالیٰ نے اگر اپنی حکمت کے تحت عورتوں کو جسمانی لحاظ سے کمزور اور نازک بنایا تو ان کی زندگی کی مشقتوں کا بوجھ مردوں پر ڈال دیا کہ وہی کما کر ان کو کھلائیں اور پہنائیں - اور مردوں کو ہدایت دی کہ ان پر نرمی اور شفقت کریں، رحمت اور درگزر کا معاملہ کریں، ان پر سختی کرنے سے روکا - خود عورتوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے نرم بنایا اور ان میں محبت و رحمت ڈال دی - مردوں کے ساتھ عورتوں کے پیدا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر اپنے احسان و انعام کے طور پر بیان فرمایا، اس لیے ان کی قدر کرنے کا حکم دیا -

یہ ساری باتیں قرآن اور حدیث میں ہیں، ہم اختصار کی وجہ سے سب نقل نہیں کرتے، یہاں پر چند کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں -

بیویوں کے حقوق اور انکی رعایت و مدارات کی تاکید

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ کے خطبہ

میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت بھی دی)

"لوگو! اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم
نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے"
۔الحدیث۔

اِس حدیث میں مردوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ مرد جو عورتوں کے سربراہ ہیں وہ اپنی اس سربراہی کو خدا کے مواخذہ اور محاسبہ سے بے پرواہ ہوکر عورتوں پر استعمال نہ کریں وہ ان کے معاملہ میں خدا سے ڈریں اور یاد رکھیں کہ اُن کے اور ان کی بیویوں کے درمیان خُدا ہے، اسی کے حکم اور اُسی کے مقرر کیے ہُوئے ضابطۂ نکاح کے مطابق وہ ان کی بیوی بنی ہیں اور ان کے لیے حلال ہوئی ہیں اور وہ اللہ کی امان میں ہیں، ان کو اللہ کی پناہ حاصل ہے۔ اگر شوہر ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کریں گے تو اللہ کی دی ہوئی امان کو توڑیں گے اور اس کے مجرم ہوں گے۔

یہ عورتوں کے لیے کِتنا بڑا شرف ہے اور اس میں ان کے سربراہ شوہروں کو کتنی سخت آگاہی ہے کہ وہ یہ بات یاد رکھیں کہ ان کی بیویاں اللہ کی امان میں ہیں۔ ۔معارفُ الحدیث۔

وصیّت کا تاکیدی لفظ

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت مانو
میری عورتوں کے حق میں بھلائی کرنے کی"

دیکھو! بھلائی کرنا تو سب کے ساتھ ضروری ہے لیکن رحمۃٌ للعالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کو "وصیت مانو" کے تاکیدی لفظ کے ساتھ فرمایا۔

بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کمالِ ایمان کی شرط

حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ

"مسلمانوں میں اُس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے، جس کا اَخلاق، برتاؤ (سب کے ساتھ) بہت اچھا ہو (اور خاص کر) بیوی کے ساتھ جس کا رویّہ لُطف و محبت کا ہو۔"
— جامع ترمذی —

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمانوں میں زیادہ کامل الایمان وہ ہیں جن کے اَخلاق بہتر ہیں، اور تم میں اچھے اور خیر کے زیادہ حامل وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔"
(ترمذی بحوالہ معارف)

آگے سُنّت پر عمل کرنے والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرنے والے ایمانداروں کے واسطے اِس ہدایت کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودُ اپنی مثال بھی پیش فرمائی، اِرشاد ہے کہ

"وہ آدمی تم میں سے زیادہ اچھا اور بھلا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو، اور میں اپنی بیویوں کے لیے بہت اچھا ہوں۔"

ایک اَور حدیث میں ہے کہ

"جو عورت اِس حال میں مرگئی کہ اُس کا خاوند اُس سے راضی تھا تو وہ جنّت میں داخل ہو گئی۔"

ایک حدیث میں حضرت ابُوالدرداء رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا:

"مجھ کو وصیّت کی میرے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خرچ کیا کر اپنی وسعت سے اپنے اہلِ خانہ پر۔"
دیکھو! عورتوں پر خرچ کرنے کی کتنی ترغیب ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے:

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی عورت کا اپنے گھر میں گرہستی کا کام کرنا جہاد کرنے والوں کے جہاد کے رُتبہ کو پہنچتا ہے، انشاء اللہ"
دیکھو! کیا انتہا ہے اس عنایت کی۔

ایک حدیث میں ہے کہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اپنی بی بی کے کاروبار (گھر کے کام کاج) کرنے سے بھی تم (مَردوں) کو صدقہ کا ثواب مِلتا ہے۔
دیکھو! عورتوں کو آرام پہنچانے کی کتنی ترغیب دی گئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے، رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے تو ایسی عورت بہشت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔" (یعنی اُس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے)

مطلب یہ ہے کہ دین کی ضروری باتوں کی پابندی رکھے تو اور بڑی بڑی محنت کی عبادتیں کرنے کی اس کو ضرورت نہیں، اتنے ہی سے بڑے درجہ والوں کے ساتھ ہو جائے گی، مالک کے یہ سب احسانات ہیں۔

اللہ کے انعامات پر شکر اور ناشکری

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اتنی نعمتیں دی ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک ایک چیز میں اتنی نعمتیں ہیں کہ تم ان کو شمار بھی نہیں کرسکتے۔

ان نعمتوں کے شکر کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور نعمتوں کو بڑھاتا بھی ہے، وہ نعمتیں بندے کے لیے راحت و سکون اور عزت کا باعث بنتی ہیں۔ اور جو ناشکری کرتا ہے تو وہی چیزیں بندے کے لیے پریشانی، عذاب اور دونوں جہاں میں ذلت کا سبب بن جاتی ہیں۔ چنانچہ نعمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ

یعنی اگر نعمتوں کا شکر کروگے تو ہم تم کو اور بڑھا دیں گے اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ کبھی تو نعمتیں ہی سلب ہو جاتی ہیں، اور کبھی مال اولاد حکومت وغیرہ کی صورتیں تو باقی رہتی ہیں مگر یہی چیزیں بندے کے لیے وبالِ جان اور باعثِ پریشانی بنا دی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں عورتوں کے لیے ایک تو ان کی عزت و رعایت اور احترام کی نعمت ہے، جس کا شکر یہ ہے کہ وہ اپنی حرمت و عزت کو قائم رکھیں اور اللہ و رسول کو خوش کریں۔ اور ناشکری یہ ہے کہ اپنی عزت اور احترام ہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے طریقوں کی خلاف ورزی

کرکے اللہ ورسولؐ کو ناراض کریں۔

لباس کی نعمت

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں لباس بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں اور قدرت اور نعمت کے طور پر اس کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

يَا بَنِىٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ

اے بنی آدم! تحقیق کہ ہم نے تم پر ایسا لباس اُتارا ہے جو تمہارے سَتر کو چھپاتا ہے اور باعثِ زینت ہے، اور پرہیز گاری کا لباس بہتر ہے۔

تشریح: یعنی ہم نے تمہارے لیے دو قسم کا لباس پیدا فرمایا ہے:- ایک وہ جو صرف بدن کو چھپانے کے لیے کافی ہو اور ایک وہ قسم لباس کی جس سے آدمی زینت حاصل کرتا ہے۔ یعنی قسم قسم کے عمدہ لباس۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک قسم لباس کی اور بھی ہے جو سب سے بہتر ہے اور وہ لباسِ تقویٰ ہے۔ لباسُ التقویٰ کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں، اوّل یہ کہ اس سے عملِ صالح مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے ستر کو چھپا کر اپنے ظاہر کو لباس سے آراستہ کرتا ہے، اسی طرح انسان کے باطن کی آراستگی عملِ صالح کے ذریعہ ہوتی ہے تو گویا اِس آیتِ شریفہ میں تنبیہ ہے کہ صرف ستر کو چھپا لینا اور ظاہر جسم کو آراستہ کرلینا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ باطن کی خوبصورتی حاصل کرنا بھی ضروری ہے جو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ سے ہوتی ہے — دُوسرا قول یہ ہے کہ لباسُ التقویٰ سے سیدھا سادہ اور تواضع کا لباس مُراد ہے،

جس میں کسی قسم کا کوئی تکلّف نہ ہو، چنانچہ بہت سی احادیث میں سادگی کی تعریف اور فضیلت وارد ہوئی ہے اور اس کو ایمانی خصلت فرمایا ہے۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت شریفہ بہت بڑی دلیل ہے ستر عورت کے واجب ہونے میں، جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اور یہ کہ لباس اور حجاب مقاصدِ شرعی میں سے ہیں اور برہنگی اور نیم برہنگی ہر طرح معیوب اور شرعاً ناجائز ہے۔ لہٰذا جس کپڑے سے پورا پردہ حاصل نہ ہو وہ مقصدِ لباس اور منشائے خداوندی کے خلاف ہوگا۔ ہاں اگر پردے کے ساتھ اس سے زینت اور آرائش حاصل کی جائے تو عین منشا کے مطابق ہوگا۔

بہرحال لباس کا میسّر ہونا اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ایک بڑی نعمت ہے، اِس سے آدمی کے حُسن و جمال میں بھی اضافہ ہوتا ہے جو پسندیدہ اور مرغوب ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیۡلٌ یُحِبُّ الۡجَمَالَ

یعنی اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے

اور حدیث میں ہے کہ

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:-

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنۡ یَّرٰی اَثَرَ نِعۡمَتِہٖ عَلٰی عَبۡدِہٖ

یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔

اِس لیے جس کو اللہ تعالیٰ بڑھیا کپڑے کی توفیق دے اُس کو اچھا لباس پہننا چاہیے، اور کپڑے کی بناوٹ میں بھی زینت اور خوبصورتی کا لحاظ پسندیدہ ہے اور بے ڈھنگا پن تو شریعت میں کسی بات میں پسندیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ
وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ (الاعراف:)

تو کہہ، کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اُس نے
پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور سُتھری چیزیں کھانے کی۔

خصوصاً عورتوں کے لیے تو بناؤ سنگھار بقدرِ ضرورت و مصلحت یعنی شوہر کی مصلحت سے عُرفاً و شرعاً ہر طرح پسندیدہ ہے۔ اسی لیے ان کے لیے ریشمی کپڑے بھی حلال ہیں جب کہ مردوں پر حرام ہیں اور زیورات کا استعمال بھی جائز ہے جب کہ مردوں کے لیے جائز نہیں۔

اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ
غَيْرُ مُبِيْنٍ ۔ (زخرف:)

(ترجمہ) کیا وہ جو زیور کی زیبائش میں نشوونما پائے اور
جھگڑے کے وقت صاف طور سے اظہارِ مُدّعا نہ کر سکے،
(جس کی یہ صفت اور حالت ہو اُس کو یہ مشرکین اللہ
تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں)

اس سے معلوم ہُوا کہ یہ زیورات وغیرہ ساری زینت اور زیبائش کی چیزیں عورتوں کے لیے موزوں ہیں، اس میں شرعاً یا عُرفاً کوئی قباحت نہیں ہے، بلکہ ہیں ہی دراصل وہ ان کے لیے، مَردوں کو ان چیزوں سے کیا واسطہ؟ باقی افراط وتفریط ہر چیز میں مُضر ہے، سب چیزوں کا حدِ اعتدال میں ہونا ضروری ہے، اور اعتدال کی کسوٹی شریعت ہے علمائے دین جس کو جائز بتائیں وہ جائز ہے اور جس چیز کو وہ ناجائز قرار دیں وہ اعتدال سے ہٹی ہُوئی اور بُری چیز ہے، خواہ دُنیادار اس کو کیسا ہی اچھا سمجھیں۔ یہ سب باتیں ایمان و انصاف کی ہیں، اگر کوئی سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے تو دُوسری بات ہے۔

بہرحال یہ سب لباس وزیورات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اُن کو موقع اور طریقہ کے مطابق استعمال کرنا ان کا شکر ہے۔ شکر سے یہ نعمتیں بڑھیں گی، یعنی اچھے سے اچھا لباس بہت ملے گا، پھر اس لباس سے دنیا میں عزت وراحت بھی ملے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت خوشنودی اور جنت کے لباس بھی ملیں گے۔

اور اگر ناشکری کی تو دنیا میں یہی لباس موجبِ لعنت یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہوکر موجبِ ذلت ہوجائے گا۔ دُنیا میں اس کو کبھی دِلی خوشی اور سکون حاصل نہ ہوگا، اور کوئی شریف آدمی عزت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ اور آخرت میں جنت کے لباس اور دائمی عزت سے محرومی ہوگی۔

لباس کے نعمت ہونے کے بارے میں جو آیتِ شریفہ گزری اس کے آخر میں فرمایا گیا ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ

یعنی اللہ کے نزدیک وہ لباس اچھا ہے اور سراسر خیر ہے جو خُدا ترسی اور پرہیزگاری کے اُصول سے مطابقت رکھتا ہو، اس میں اللہ کی ہدایت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو بلکہ اس کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق ہو۔ ایسا ہر لباس بلاشبہ خیر و نعمت اور شکر کے ساتھ اس کا استعمال قربِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ کے ارشادات کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ لباس ایسا ہو جس سے ستر پوشی کا مقصد حاصل ہو اور دیکھنے میں آدمی باجمال اور باوقار معلوم ہو، نہ تو ایسا ناقص ہو کہ ستر پوشی کا مقصد ہی پورا نہ ہو اور نہ ہی ایسا گندا یا بے تکا ہو کہ بجائے زیب وزینت کے آدمی کی صورت بگاڑ دے۔ اسی طرح یہ کہ آرائش و تجمل کے لیے افراط اور بے جا اسراف

بھی نہ ہو کہ شان وشوکت کی نمائش اور برتری کا اظہار وتفاخر بھی مقصود نہ ہو، اور یہ کہ اس میں مردوں اور کفار کے کپڑوں کی مشابہت نہ ہو۔

اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جن بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو انھیں چاہیے کہ اس طرح رہیں اور ایسا لباس پہنیں جس سے محسوس ہو کہ اُن پر ان کے رب کا فضل ہے، کیونکہ یہ بھی شکر کا ایک شعبہ ہے، لیکن بے جا تکلف اور اسراف سے پرہیز کریں۔ اس کے ساتھ اس کا بھی لحاظ رہے کہ غریب ونادار بندوں کی دل شکنی اور ان کے مقابلے میں اپنی بڑائی کی نمائش نہ ہو۔ نیز یہ کہ ہر لباس کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھیں اور اس کے شکر کے ساتھ استعمال کریں۔ بلاشبہ ان احکامات اور ہدایات کے ساتھ ہر لباس کا استعمال ایک طرح کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہوگا۔

(ماخوذ از معارف الحدیث)

اب ہم لباس کے شکر اور ناشکری کے متعلق تفصیل سے لکھتے ہیں:-

لباس کے حصول میں شکر

۱ * لباس کی نعمت کا پہلا شکر تو یہ ہے کہ اس کو حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے۔ کمانا تو عورت پر ہے نہیں، مرد ہی سے حاصل کرنا ہے تو اس حاصل کرنے میں حلال کا مطلب یہ ہے کہ مرد کی استطاعت اور توفیق سے زیادہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ جس درجہ کے لباس کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام اور نعمت سمجھے کیونکہ دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، اگر اس نے تم کو کسی دوسری عورت سے کم درجہ کا لباس دیا ہے تو اپنے لیے اسی کو بہتر سمجھو کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں اور ان کو اپنے بندوں سے محبت بھی ہے

انھوں نے اپنی حکمت اور رحمت سے بندہ کو مناسب ہی چیز دی۔
یہ سوچ کر اس عطیۂ خداوندی سے خوش ہونا چاہیے، زائد کی حرص نہ کرنا چاہیے، حرص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُری بات ہے، اور فائدہ بھی کیا جب کہ دینا تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز کی قدر کرنی چاہیے، جیساکہ کوئی بزرگ اور محبوب اپنے مُحب کو کوئی معمولی سی چیز دے دے تو اس کو تبرک سمجھ کر اس کی قدر کی جاتی ہے، تو مالکِ حقیقی اور محبوبِ حقیقی اللہ جَلَّ شانُہٗ کی ہر عطا سے جس قدر خوش ہُوا جائے کم ہے، اور یہی لباس کا شکر ہے، اور لباس پہن کر شکر کرنے کے متعلق حدیث پاک میں کتنی بڑی فضیلت آئی ہے کہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی کپڑا پہن کر کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے یہ لباس مجھے پہنایا اور بغیر میری محنت کے یہ مجھے دیا)" تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اور خاوند کی طرف سے معمولی لباس میسّر آنے پر ناک مُنہ چڑھانا ناشکری ہے جس کے متعلق حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے عورتو! تم کو دوزخ میں بہت دیکھا ہے، عورتوں نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم مار پھٹکار سب چیزوں پر بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری بہت کرتی ہو اور اس کی دی ہُوئی چیز پر ناک مُنہ مارتی ہو۔

لباس کے استعمال میں شکر

۲ - پھر لباس کی نعمت کو مالکِ حقیقی کی خوشنودی میں استعمال کیا جائے

اور اس کو نافرمانی اور بے حیائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے، یعنی اس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور لباس کی زینت کو اپنے خاوندوں کو دکھا کر ان کا دل خوش کیا جائے، اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، اور غیروں کو دکھانے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے، کہ نامحرموں کو زینت دکھانا بالکل حرام اور بے حیائی کی بات ہونا تو بالکل ظاہر ہے — اور محرموں کو شان دکھلانے کے واسطے کپڑا پہننے کے متعلق رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

"جو کوئی دُنیا میں نام و نمود کے واسطے کپڑا پہنے، خُدا تعالیٰ اس کو قیامت میں ذِلت کا لباس پہنا کر پھر اس میں دوزخ کی آگ لگا دیں گے"

یعنی جو اس نیّت سے کپڑا پہنے کہ میری خوب شان بڑھے، سب کی نگاہ میرے ہی اُوپر پڑے، اس کے لیے یہ وعید ہے۔

بیٹیو! ایسے لباس کو دُنیا ہی میں کیوں نہ آگ لگا دی جائے جس کے متعلق دوزخ کی آگ لگنے کی یقینی اور سچّی خبر مل گئی ہے۔

کپڑے کی بناوٹ اور نوعیت میں شُکر اور ناشکری

۳ * ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے بدن نظر آتا ہو، یا ایسا تنگ کپڑا جس سے بدن کی بناوٹ ظاہر ہو، ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"بعضی عورتیں نام کو کپڑا پہنتی ہیں اور واقع میں ننگی ہیں۔ ایسی عورتیں بہشت میں نہ جائیں گی، اور نہ اس کی خوشبو سُونگھنے پائیں گی"

یہ روایت آگے بھی مفصّل آ رہی ہے، اور اس کے علاوہ بھی بہت

سی روایات اس نوع کی ہیں جن کو نواب قطب الدین صاحب مُصنف مظاہر حق نے اپنے رسالہ "تحفۃ الزوجین" میں ذکر فرمایا ہے اور یہ رسالہ بھی بہت نفیس اور قابلِ مطالعہ ہے، اس میں لکھا ہے کہ "ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے جس کو حضرت دحیہ بن خلیفہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ

"لائے گئے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کپڑے مِصر کے باریک، پس دیا مجھ کو ان میں سے ایک تھان، اور فرمایا "پھاڑ تو اس کو دو ٹکڑے، پس قطع کر ایک کا اُن میں سے قمیص، اور دے دُوسرا اپنی بیوی کو، تاکہ اوڑھنی بناوے اس کی۔" پس جب کہ پیٹھ پھیری دحیہؓ نے، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "اور حکم کر اپنی بیوی کو یہ کہ، لگالیوے اس کے نیچے ایک کپڑا کہ نہ ظاہر کرے اس کے بدن کو۔

یعنی وہ کپڑا باریک تھا کہ اس میں سے معلوم ہوتا تھا رنگ بالوں کا، اور جلد کا، پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے نیچے اور کپڑا لگالے تاکہ نہ معلوم ہو رنگ جلد اور بالوں کا۔

اور کتاب شرعیۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ عورت ایسا لباس باریک نہ پہنے کہ رنگ بدن کا اس میں سے نظر آوے کہ موجبِ لعنت ہے۔"

اب تنگ اور باریک لباس پہننے والی بیبیوں کو سوچ لینا چاہیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ننگی فرمارہے ہیں تو ننگے رہنا دنیا میں کیسے شرم کی بات ہے اور آخرت میں یہ نتیجہ ہے کہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتی۔

دراصل عورت کے بدن کی تو اتنی عزت اور احترام ہے کہ مُردہ عورت کے جسم کی بناوٹ کو چھپانے کے لیے عورت کے جنازہ پر ایک اونچا گہوارہ

لگایا جاتا ہے اور اس کے اوپر کفن کے علاوہ ایک چادر ڈال دی جاتی ہے تاکہ بناوٹ ظاہر نہ ہو کہ عورت تو کفن میں لپٹی ہوتی ہے اور اس کا سارا ستر ڈھکا ہوا ہوتا ہے لیکن پردہ کی پھر بھی ضرورت ہوتی ہے جس کو گہوارے سے پورا کیا جاتا ہے۔

اسی سے اندازہ کرلیں کہ چلتی پھرتی متحرک عورت کے جسم کی حفاظت کی کتنی ضرورت ہے اور اس کا کتنا احترام ہے، نام نہاد پڑھی لکھی اور حقیقت میں جاہل عورتیں اس کو اپنے لیے پابندی سمجھتی ہیں، حالانکہ شریف عورتوں کے لیے اس میں ان کی عزت اور فضیلت ہے۔ قرآن وحدیث میں نیک عورتوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کہ
اے بیبیو! یاد رکھو کہ تم میں سے جو نیک ہے وہ نیک مردوں سے پہلے جنّت میں جائے گی (جب شوہر جنّت میں آئیں گے تو) یہ عورتیں، غسل دے کر اور خوشبو لگاکر شوہروں کے حوالہ کردی جاویں گی، سرخ اور زرد رنگ کی سواریوں پر۔ اور ان کے ساتھ ایسے بچّے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے موتی۔

حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیبیو! اور کونسی فضیلت چاہتی ہو جنّت میں مردوں سے پہلے تو پہنچ گئیں، ہاں نیک بن جانا شرط ہے اور یہ کوئی مشکل نہیں۔ (بہشتی زیور)

فیشن کی خوبی اور برائی

عورتوں میں "فیشن" کا لفظ میرے خیال میں خواہ مخواہ بدنام ہوگیا ہے یہ کوئی بری چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے طبیعتوں میں حسنِ ذوق رکھا ہے جو

ایک نعمت ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے بندے میں جو بھی چیزیں رکھی ہیں سب اچھی ہیں، البتہ ان نعمتوں اور جذبات کے استعمال کا جو اختیار بندہ کو دیا ہوا ہے، اس میں غلط کاری کرکے بندہ گنہگار ہو جاتا ہے اور وہ جذبہ اس کے لیے قابلِ ملامت ہو جاتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے پیسہ دیا ہو اور خرچ کرنے کا جذبہ بھی دیا ہو، یہ اچھا جذبہ ہے اگر نیک کاموں میں خرچ ہو تو اس نعمت میں برکت ہوگی، آخرت میں جنت ملے گی جو کہ اصل مقصد ہے، اور دُنیا میں بھی سکون اور نیک نامی ہوگی۔ اور اگر اسی خرچ کرنے کے جذبہ کو گناہ کے کام میں لگا دیا یا فضول ضائع کر دیا تو مال میں بے برکتی ہوگی، دُنیا میں تنگی اور پریشانی ہوگی اور آخرت میں اِسراف کی سزا ملے گی۔

اسی طرح اچھے اچھے کپڑے پہننا بھی ایک اچھا جذبہ ہے، کپڑے پہن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز کے لیے کھڑے ہونے کی فضیلت آئی ہے، اور اسی طرح نفسِ خوبصورتی کی فضیلت بھی گزر چکی کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند کرتے ہیں اور یہ بھی گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر دیکھنے کو پسند کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اگر اچھے کپڑے کی نعمت دی ہے تو ان کو رکھ نہ چھوڑے یا تو خیرات کرکے آخرت میں جمع کرادے یا پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں۔ نمازوں کے وقت میں اچھا کپڑا پہن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونا چاہیے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنے خاوندوں کے سامنے اچھے اچھے کپڑے پہننا بھی نیکی کا کام ہے، لیکن اسی جذبہ کو غیر اللہ کے لیے کرنا یعنی عورتوں میں اپنی بڑائی جتانے کے لیے کپڑوں کی نمائش کرنا بہت ہی بُرا ہے، جس کی وعید پیچھے گزر چکی کہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ جو کوئی دُنیا میں نام و نمود کے لیے کپڑا پہنے، خُدا تعالیٰ اُس کو قیامت میں

ذلّت کا لباس پہنا کر اس میں دوزخ کی آگ لگا دیں گے۔"

اور دُوسری حدیث میں اس شخص کے لیے بھی وعید آئی ہے جو ایسا کام کرے جس پر لوگوں کی انگلیاں اٹھیں کہ یہ سب تکبّر کی باتیں ہیں، اور تکبّر کی بہت سخت وعید ہے، حتّٰی کہ

" فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبّر ہوگا تو جنّت میں نہیں جائے گا۔"

اور نامحرموں کے سامنے ایسا لباس پہن کر نکلنا اور اپنی زینت دکھانا بڑی بے حیائی اور بڑے گناہ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی۔ (سورۃ الاحزاب:)

یعنی قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور بے پردہ (اپنی زیبائش) دکھاتی نہ پھرو، زمانہ جاہلیت میں بے پردہ پھرنے کی طرح سے۔

یعنی اپنی زینت اور بدن کی خوبی یعنی بناوٹ کو غیر محرموں کو نہ دکھاؤ جس سے مردوں کے دلوں میں بُرے خیال پیدا ہوں، کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ

"آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے، اور دل بھی زنا کرتے ہیں اور دل کا زنا عورتوں کو دیکھ کر بُرے خیالات کا پیدا ہونا ہے۔"

سوچو کہ عورت کی ذاتی زینت چہرہ اور جسم کی بناوٹ ہی تو ہے، اور دُوسرے درجے میں کپڑوں کی زینت ہے، خصوصاً جب کہ پھیلنے والی خوشبو بھی لگائی ہو، جس کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے کہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اَیُّمَا امْرَأَۃٍ

اِستَعطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا مِنْ رِیْحِھَا فَھِیَ زَانِیَۃٌ۔

یعنی جو کوئی عورت ایسی خوشبو لگاکر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے جس خوشبو کو لوگ سونگھیں تو وہ عورت زانیہ ہے"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ

"کوئی عورت خوشبو لگا کر مسجد میں نہ آئے، ایسی عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ گھر جاکر خوشبو نہ دھوئے"

اِسی سے اندازہ کریں کہ جب مسجد میں جانے کے لیے خوشبو منع ہے تو ایسی حالت میں بازاروں میں نکلنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

اب کوئی نیک عورت چاہے اپنا دِل خوش کرنے کے لیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایسا لباس پہن کر نکلتی ہے جس سے اس کا بدن ظاہر ہو، چاہے کپڑے باریک ہونے کی وجہ سے، چاہے تنگ ہونے کی وجہ سے جسم کی بناوٹ ظاہر ہو تو مردوں کی نظریں تو پڑیں گی ہی، عورت کی نیک نیتی ان نظروں کو نہیں روک سکتی، ظاہر ہے کہ نامحرم مرد سب انسان ہی ہیں فرشتے تو نہیں کہ ان میں گناہ کا مادہ ہی نہ ہو، پھر انسانوں میں بھی کتنے ایسے ہیں جو نظر نیچی رکھ کر چلتے ہیں؟ ہزاروں میں کوئی ایک ہوگا، باقی سب تم کو دیکھتے ہیں، آپ کی نیت کتنی ہی نیک اور صاف ہو مگر دنیا گنہگار ہوتی ہے، اور اپنی آنکھوں سے، اپنے دلوں سے آپ کے ساتھ بے حیائی کا کام کرتی ہے، اور آپ اس کا موقع ان کو دیتی ہیں اس لیے گناہ میں آپ اور وہ دونوں شریک ہیں، کیونکہ حدیث پاک میں دیکھنے والے اور دکھلانے والے دونوں پر لعنت آئی ہے۔ ہاں، کوئی مکان کے اندر بیٹھی ہوئی کو کسی سوراخ سے چھُپ کر دیکھے تب کہیں گے کہ صرف دیکھنے والے کو گناہ ہوتا ہے۔ اِس پہلو کو ذرا سوچو کہ شیطان نے اس بے حیائی

پر نیک نیتی کا پردہ نہیں ڈال رکھا ہے ؟

حدیث پاک میں ہے کہ "ایمان و حیاء دونوں ساتھ ساتھ ہیں"۔ اور دُوسری حدیث میں ہے، اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ یعنی حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے اور ساتھ ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے نہ ہونے سے دُوسرا بھی رخصت ہو جاتا ہے۔

کوئی ایمان دار عورت کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی اس کے ساتھ بُرا خیال کرے یا اس کی بیٹی کے ساتھ بُرا خیال کرے ؟ دیکھو نرمی سے بات کرنا، شیریں گفتگو کرنا کیسی اچھی بات ہے، مگر عورتوں کی آبرو اور مَردوں کے دِلوں کی حفاظت کی خاطر قرآن پاک میں پردہ کے اندر مَردوں سے ضروری بات کرتے وقت بھی نرمی سے بات کرنے سے روکا گیا ہے۔

اور ایک حدیث میں عورت کی آواز کو بھی پردہ کی چیز فرمایا گیا ہے، عورت کی اپنی آواز تو بڑی بات ہے، عورت کے زیور کی آواز سے بھی حفاظت فرمائی گئی ہے۔

یہ سب باتیں، قرآن و حدیث کی ہیں اور آپ جیسی شریف دیندار اور قرآن کو ماننے والیوں کے لیے ہیں، ورنہ بے حس کے لیے تو کچھ بھی نہیں

اللہ تعالیٰ نے مَردوں اور عورتوں کو پیدا کیا، وہی ذات ان کی نفسیات ان کی ضروریات اور بہتری کی باتیں اور نقصان کی باتیں پوری طرح جانتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے :

اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ -

وہ خوب جانتا ہے دِلوں کے بھید -

اور فرمایا :

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ -

بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا ؟ اور وہی تو ہے بھید جاننے والا خبردار۔

نیک بیبیوں کی نیت تو نیک اور صاف ہی ہوتی ہے مگر نفس اور شیطان تو نیک نہیں، اور یہ دونوں ہر کسی کے ساتھ ہیں اسی لیے شریعت نے انھیں کے شر سے بچنے کے لیے نیکوں کو حفاظتی تدابیر کا پابند کیا ہے، چنانچہ حدیث پاک میں سب سے زیادہ متقی اور پاک لوگوں کا واقعہ اس طرح ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپؐ کی دو بیویاں اُمّ سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ بیٹھی ہوئی تھیں، اسی موقع پر ایک صحابی آگئے جن کا نام حضرت عبداللہؓ تھا اور آنکھوں سے نابینا تھے، جب وہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑھے چلے آئے تو بیبیوں نے ان کو نابینا سمجھ کر پردہ نہ کیا۔ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم دونوں ان سے پردہ کرو" حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ارشاد ہوا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو ان کو نہیں دیکھ رہی ہو"؟

غور کرنا چاہیے کہ جب کوئی خراب نیت کا اندیشہ بھی نہ تھا کیونکہ ایک طرف حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں، جن کو قرآن شریف میں مسلمانوں کی مائیں فرمایا گیا ہے، اور دوسری طرف ایک نیک صحابی تھے اور وہ بھی نابینا، اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرایا تو آج کل جب کہ خراب خیالات والے زیادہ ہیں پردہ کی پابندی کرنا کس قدر ضروری ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی غیر مرد (نامحرم) کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے

تو وہاں ضرور تیسرا، شیطان بھی ہوتا ہے۔"

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر ایک جگہ رابعہ بصریہؒ جیسی ولیہ ہو اور حضرت جنیدؒ جیسے بزرگ ہوں تو تیسرا، شیطان وہاں ہوگا۔

اب ایسی بے احتیاطی کرنے والے عام طور پر نماز تک تو نہیں پڑھتے ویسے بااخلاق مہذب شریف کہلاتے ہیں لیکن شریعت کی زبان میں یہ لوگ بدمعاش یعنی فاسق فاجر کہلاتے ہیں، اور یہاں ہماری مخاطب شریعت ہی کو ماننے والیاں ہیں۔ جو لوگ شریعت کو شرافت کا معیار نہیں مانتے وہ پہلے اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

یہ ساری باتیں اُس زیبائش اور زینت کے متعلق ہیں جن کا اختیار کرنا محرموں کے سامنے جائز ہے، کہ محرموں کے سامنے صرف سَتر کا حکم ہے، یعنی عُریاں لباس تو وہاں بھی جائز نہیں۔ محرموں کے سامنے چہرہ، ہتھیلی اور زینت کا ظاہر کرنا جائز ہے، اور نامحرموں کے سامنے ستر کے علاوہ حجاب یعنی پردہ کا مستقل حکم قرآن پاک میں ہے جس میں چہرہ اور ساری زینت کو چھپانے کا حکم ہے، جس کے لیے بُرقع یا گھونگھٹ والی بڑی چادر کا استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ حجاب اور پردہ صرف باہر نکلنے اور نامحرموں کے سامنے ہونے کے لیے وقتی طور پر ہوتا ہے دُوسرے وقتوں میں آسانی سے اُتارا جاسکتا ہے، اور سَتر تو ہر حال میں رہے گا۔

یہاں اس کا بھی خیال رہے کہ برقع یا چادر بھی بھڑک دار اور دلکش نہ ہو سادہ ہو جب ہی مقصد پُورا ہوگا۔ بُرقع اور چادر کا مقصد زینت کا چھپانا ہے، یعنی چہرہ، ہاتھ، خوبصُورت کپڑے اور جسم کی بناوٹ کو چھپانا ہے، بُرقع سَتر کو چھپانے کے لیے نہیں ہے، سَتر تو پہلے ہی پہنے ہوئے کپڑوں میں چھپا رہتا ہے، اُوپر سے دُوسرا کپڑا کسی دُوسری

ضرورت کے لیے ہے اور وہ ضرورت حجاب اور پردہ ہے کہ لوگوں کی نظریں نامحرموں کی نظریں زینت پر نہ پڑیں۔ اگر برقع ہی جاذبِ نظر بنایا جائے تو کیا فائدہ، جیسے دھوپ میں چھتری اس لیے لگائی جاتی ہے کہ سورج کی شعاعیں چہرے پر نہ پڑیں، اب اگر کوئی بیوقوف چھتری پر بجائے کپڑے کے شیشے لگالے تو پہلے سے زیادہ شعاعیں اندر آئیں گی، اور اگر شیشے بھی آتشی ہوں تو مزا ہی آجائے کہ بدن ہی جل جائے گا۔ اگر برقع بھی نظروں کو کھینچنے والا بنایا جائے کہ جس نے نہ دیکھنا ہو وہ بھی دیکھے تو کیا فائدہ؟ پھر بعض عورتیں اتنا اونچا برقع پہنتی ہیں کہ پنڈلیاں نظر آتی ہیں اور بعض ہاتھ باہر نکال کر چلتی ہیں، بعض برقعے کوٹ کی طرح بننے شروع ہوگئے ہیں، بلکہ شیروانی کی طرح چست بنائے جاتے ہیں، اس لیے جو بے دین لوگ ہیں جنھوں نے پردے کا، شریعت کا حکم تو ماننا نہیں، وہ اس فضول برقع کو بھی چھوڑ رہے ہیں۔ جس چیز کے اندر سے روح اور حقیقت نکل جائے وہ زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتی لہذا یہ فیشنی برقعے شریعت سے بغاوت کی دعوت دے رہے ہیں۔

وہ فیشن جو ساتر اور ڈھیلا ہونے کے باوجود ہر حال میں ناجائز ہے :۔

لباس اور ہر چیز کے متعلق دنیا میں بے شمار، مختلف رواج اور طریقے اختیار کیے جاتے ہیں اور یہ ایک اصولی اور عقلی بات ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں اچھے سے اچھا طریقہ اور رواج کو اختیار کروں۔ اور انسانیت کے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حکم ہے کہ جو کام کرو اچھے طریقے سے کرو، لہذا اچھے طریقہ سے کام کرنے میں اتباعِ سنّت اور ثواب بھی ہے۔

ہر طبقے کو اپنا اپنا طریقہ پسند ہے جو اپنے اپنے نظریہ کے مطابق مختلف ہے۔ کسی چیز میں مثلاً لباس ہی میں ایک وقت میں ساری دُنیا کے طریقوں اور فیشنوں کو تو اختیار نہیں کیا جاسکتا، اور نہ سب کو خوش کیا جاسکتا ہے، اس لیے ہر عاقل کوئی طریقہ اختیار کرنے کے لیے یہ دیکھا کرتا ہے کہ وہ ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جن کو وہ عقل والے اور عزّت والے سمجھتا ہو، کوئی بھی بے وقوفوں، رذیلوں اور گھٹیا لوگوں کے فیشن کو اختیار کرنا نہیں چاہتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عزّت والے اور عقل والے کون لوگ ہیں؟ اور رذیل و بیوقوف کون؟ اس کا فیصلہ بھی ہر شخص کا جُدا جُدا ہوگا۔

لیکن اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی سب سے زیادہ ٹھیک ہے، کیونکہ اسی کے ہاتھ میں عزّت و ذلّت ہے اور وہی عقل کو پیدا کرنے والا ہے۔ عزّت کے متعلق فرمادیا ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

یعنی، عزّت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے رسولؐ اور مؤمنوں کے لیے ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ "کفّار کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں۔"

اور قرآن پاک میں فرماں برداروں کے متعلق جگہ جگہ فرمایا گیا ہے:

هُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ

صرف یہی لوگ عقل والے ہیں۔

اور نافرمانوں کے متعلق فرمایا:

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ

یہ لوگ (عقل کے لحاظ سے) جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

اب ہر شخص سوچ لے کہ یہ جو نئے نئے فیشن اختیار کیے جاتے ہیں یہ کن لوگوں کی نقل کی جاتی ہے اور یہ فیشن کن ملکوں سے آتے ہیں؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے ملکوں سے آتے ہیں، چنانچہ ان فیشنوں کے نام بھی انگریزی ہوتے ہیں، جیسے میکسی، بلاوز، اسکرٹ پتلون، اسکارف (چھوٹا سر کا رومال، بجائے دوپٹہ کے) اور عجیب عجیب سینڈل، وغیرہا۔

ان لباسوں کے اختیار کرنے میں کفار کی مشابہت اور ان کی نقل ہوتی ہے، اور ان کی مشابہت کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان ہی میں سے ہے

کفار کے کپڑے پہن کر کفار ہی میں شمار ہوجاتا ہے، کتنی بری بات ہے، خصوصاً یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے تو ہر ہر بات میں منع فرمایا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے:

اِيَّاكُمْ وَلُبُوْسَ الرُّهْبَانِ فَاِنَّهٗ مَنْ تَزَيَّا بِهِمْ اَوْ تَشَبَّهَ فَلَيْسَ مِنِّيْ. (یعنی) بچو تم پادریوں کے لباس سے کیونکہ جو ان کا لباس یا ان کی طرح کا لباس اختیار کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں

اب اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ اور عزت میں دو جہاں کے بادشاہؐ تو جس بات سے ایسی نفرت کا اظہار فرمارہے ہوں اُس کو اختیار کرکے کیسے عزت مل سکتی ہے؟

حضرت اماں جی کے والد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ ایک مجلس میں فرمایا:

"ذرا سوچو تو! جس قوم کے آسمانی علوم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے لائے ہوئے علوم) کا چراغ، علومِ محمدی (قرآن وسنت) کے سامنے گل ہوگیا، بلکہ من جانب اللہ منسوخ قرار دے دیا گیا، اور براہِ راست اس سے روشنی حاصل کرنے کی صاف ممانعت فرمادی گئی تو اُس قوم کے اَہْوَاء واَمَانی (یعنی ان کے خودساختہ نظریوں) کا اس حاملِ قرآن وسنت امّتِ محمدیہ کا اختیار کرلینا اوراس کو صحیح طریق کار سمجھ لینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا قبیح اور کس قدر موجبِ غضب ہوگا، اور عقلاً بھی یہ بات کتنی غلط ہے کہ محمّدی وحی کے محفوظ ہوتے ہوئے عیسائی قوموں کے طور طریقوں (فیشنوں) کی پیروی کی جائے کیا یہ عُلومِ محمدی کی سخت ناقدری نہیں ہے؟"

کُفّار کے فیشنوں کی بُرائیاں

دراصل لباس انسان کا ایک امتیازی وصف ہے، دُوسرے جانداروں کو یہ نعمت میسّر نہیں اور نہ ہی ان میں اس کی اہلیت ہے، پس برہنگی حیوانی وصف ہُوا۔ اور اصل مقصود لباس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے بدن اور سُتر کو چھپانا ہے جیساکہ آیتِ شریفہ یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ کے ذیل میں گزر چکا ہے، اور زیبائش بھی اگرچہ اس سے حاصل ہوتی ہے لیکن وہ دوسرے درجہ میں ہے پس اگر اس لباس سے اصل غرض حاصل نہ ہُوئی تو پھر وہ بیکار ہے، عُرفاً خواہ اس کا اعتبار ہو لیکن شرعاً وہ معتبر نہیں۔ اب اس کے بعد آپ سمجھیے کہ کُفّار کے فیشنوں میں کئی طرح کی بُرائیاں ہیں:۔

اوّل تو سب سے بڑی بُرائی یہی ہے جو اُوپر بیان ہوئی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اور ہمارے دشمنوں کی مشابہت ہے۔

دوسرے لباس کا اصل مقصد سَتر جو محرموں کے سامنے بھی ضروری ہے وہ پُورا نہیں ہوتا جیسا کہ گریبان، بازوؤں اور پنڈلیوں کا کھلا رہنا، اور آج کل کے طریقے سے ساڑھی پہننے میں تو کمر اور پیٹ بھی کھلے رکھے جاتے ہیں، اور بعض لباسوں میں اگرچہ ستر پُورا ہوجاتا ہے مگر جسم کی بناوٹ ظاہر ہوکر حجاب اور پردے کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہے جس کو حدیث پاک میں ننگا ہی فرمایا گیا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے:

عن ابی هُریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسولُ الله صلّی الله علیه وسلم صِنفان من اهل النار لم ارهما ..... نساء کاسیات عاریات مُمیلات مائلات رُؤسهن کاسنمة البخت المائلة لایدخلن الجنة ولا یجدن ریحَها وانّ ریحها لتُوجد من مسیرة کذا وکذا . (مُسلم ص ۲۰۵/۲۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ دو گروہ جہنمی ہیں، جن کو میں نے نہیں دیکھا (یعنی میرے بعد میں ہوں گے ابھی تک ان کا ظہور نہیں ہُوا، پھر ان میں سے ایک گروہ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ یہ) وہ عورتیں ہوں گی جو باوجود کپڑا پہنے ہُوئے ہونے کے ننگی ہوں گی، خود مردوں کی طرف مائل اور مردوں کو (اپنے جسم کی بناوٹ دکھاکر اور مختلف ڈھنگوں سے) اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی ان کے سر بُختی[1] اُونٹوں کے کوہان کی مانند بلند ہوں گے ایک طرف جُھکے ہُوئے (یعنی جیسے بعض عورتوں کے سروں پر جُوڑے بالوں کے ہوتے ہیں خصوصاً مصری عورتوں کے) نہیں داخل ہوں گی وہ جنّت میں، بلکہ جنّت کی مہک اور خوشبو بھی نہ پائیں گی، حالانکہ اس کی مہک

---

[1] اُونٹ کی ایک مشہور قسم ہے۔

اِتنی اِتنی دُور سے پائی جائے گی (یعنی پانچ سو میل دور سے)
امام نووی رحمۃُ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نبوّت میں سے ہے اور صحیح پیشین گوئی ہے، چنانچہ جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہُوا اور اس قسم کی عورتیں ہمارے زمانے میں بھی موجود ہیں، نیز انھوں نے لفظ "عاریات" کے اور بھی بعض مطلب بیان کیے ہیں۔
غور کرنے کی بات ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ پیشین گوئی ان موجودہ فیشنوں کی صورت میں اس زمانے میں کیسی ظاھر ہو رہی ہے۔

تیسرے ان فیشنوں کے اختیار کرنے میں مال بہت ضائع ہوتا ہے، کیونکہ قیمتی کپڑے صرف دُو تین دفعہ پہننے کی نوبت آتی ہے کہ دشمنوں کی طرف سے فیشن بدل جاتا ہے اور وہ کپڑے بیکار ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بہت ناقدری، ناشکری اور اِسراف ہے اس طرح سے اِسراف کرنے والوں کو قرآن میں شیطان کا بھائی فرمایا گیا ہے۔
انھی کپڑوں کی وجہ سے خاوندوں کے ساتھ لڑائیاں اور آپس میں حسَد وبُغض اور دُنیا کی حرص اور قرض کی مصیبت جُملہ بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ سب اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے اور یہ مرض سارے ہی دین اور مُعاشرے کی خرابیوں کی جڑ ہے۔

آخِری گزُارش

بیبیو! اللہ ورسولؐ نے نیک بیبیوں کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے، اپنے لباسوں پر غور کرکے شریف اور دیندار وں کا فیشن اور

پہناوا اختیار کرو۔ زینت سے کوئی نہیں روکتا مگر اس کو اللہ تعالیٰ کی پسند اور سُنّت کے مطابق اختیار کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے۔ جب اللہ تعالیٰ تم کو پسند کرے گا تو تمھارے گناہ معاف کردے گا اور درجات بلند کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

(آل عمران :)

بیبیو! آپ کو اچھے کپڑے پہننے سے نہیں روکا جارہا، بس لباس میں چند باتوں کا لحاظ کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرلو اور اس کی ناراضگی سے بچ کر فلاح دارین حاصل کرلو :-

سب سے اوّل یہ کہ کپڑا حسبِ توفیق خریدو، اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کرکے پریشانی میں مت پڑو۔

دُوسرے اس کا فیشن شریعت کے خلاف نہ ہو، یعنی لمبائی میں پُورے جسم کو ڈھانپنے والا ہو اور آستینیں پُوری ہوں، اوڑھنی اتنی باریک نہ ہو کہ سر کے بال نظر آئیں۔ کُرتے وغیرہ اتنے تنگ نہ ہوں جن سے جسم کی بناوٹ نظر آئے۔

اور کوئی لباس نہ مردوں کے لباس کے مشابہ ہو نہ کُفّار کے لباس کے مشابہ ہو۔ کہ ان دونوں چیزوں کا بہت رواج ہورہا ہے، عورتیں مردوں کی طرح پتلون اور یہود ونصاریٰ کے عُریاں لباس پہننے لگ گئی ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ "خُدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کے مشابہ بنیں"۔

اسی طرح لباس میں خوشبو لگاکر باہر نہ نکلو، نہ لباس کو دکھاوے کی نیّت سے پہنو۔

بس اِن شرطوں کا لحاظ کرنے کے بعد اپنی اپنی پسند اور ضرورت اور آرام اور اپنے خاندانی طریقے کے مطابق جو چاہے پہنو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے اُوپر اپنی نعمتیں اور برکتیں پُوری کرے۔ شریعت نے کوئی رنگ اور وردی مقرر نہیں کی، صرف مندرجہ بالا اُصول بتا دیئے ہیں اس کے اندر اندر اپنی پسند کے مطابق بنالو۔ تم خُود دار بنو۔ کمینہ لوگوں کی نقل کیوں کرو۔ بلکہ اپنی وضع اور حیثیت کی پابند رہو۔ یہ نہ ہو کہ آئے دن، جیسے جیسے دُنیا میں فیشنی لباس آتے رہیں تم بھی ان کے ساتھ بدلتی رہو، یہ بہت ہی گری ہُوئی بات ہے خصُوصاً شریف اور دیندار گھرانوں میں تو اس کا پایا جانا انتہائی قابلِ افسوس ہے ـــــ لاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

یہاں ایک بات اور سُن لو کہ دین میں اصل خُوبی اور فضیلت کی بات تو فقر و فاقہ کی زندگی، اور لباس میں معمولی درجہ اور کم سے کم پر قناعت کرنا ہے، حتّٰی کہ کپڑا پُرانا ہوجائے تو چھوڑنا نہیں چاہیے، اس میں پیوند لگا لگا کر یہ عارضی چند روزہ زندگی گزار دینی چاہیے، تاکہ پُوری اتباعِ سُنّت نصیب ہوکر ہمیشہ کی زندگی میں بڑھیا بڑھیا لباس ملیں۔ جیسا کہ شروع رسالہ میں آیتِ کریمہ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ کی تشریح میں گزر بھی چُکا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں سادگی اور خستہ حالی کو بھی ایک ایمانی رنگ فرمایا گیا ہے :-

حضرت ابواُمامہ، اَیَاس بن ثَعْلَبَہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم سُنتے نہیں، کیا تم سُنتے نہیں (یعنی سُنو اور غور سے سُنو اور یاد رکھو کہ) سادگی اور خستہ حالی بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے" یہ آپ نے مکرّر ارشاد فرمایا۔ (سنن ابی داؤد)

یعنی ظاہری سادگی وخستہ حالی اور زینت وآرائش کی طرف سے بے فکری یا کم توجہی اندرونی ایمانی کیفیت سے بھی پیدا ہوتی ہے اور یہ ایمان ہی کا ایک شعبہ اور ایک رنگ ہے۔

چنانچہ دُوسری حدیث میں مَعاذ بن اَنس رضؓ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ بڑھیا لباس کی استطاعت کے باوجود ازراہِ تواضع وخاکساری اس کو استعمال نہ کرے (اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بُلاکر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے اس کو پہن لے۔ (ماخوذ از معارف الحدیث)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے عائشہؓ! اگر تو (آخرت میں) مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو تجھے دُنیا میں اتنا سامان کافی ہونا چاہیے جتنا مسافر اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے، اور مال داروں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کر، اور کسی کپڑے کو پُرانا سمجھ کر پہننا مت چھوڑ جب تک کہ اس کو پیوند لگاکر نہ پہن لیوے۔

حضرت عُروہ بن الزبیرؓ فرماتے تھے کہ خالہ جانؓ اِس نصیحت پر عمل کرتے ہُوئے نیا کپڑا اس وقت تک نہیں بناتی تھیں جب تک کہ پہلے بنائے ہوئے کپڑے کو پیوند لگاکر نہیں پہن لیتی تھیں اور جب تک کہ وہ خوب بوسیدہ نہ ہوجاتا۔

یہ سب کچھ میسّر نہ آنے کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ اماں جی رضی اللہ عنہا کے پاس فتوحات اور مال بہت کثرت سے آتا تھا جس کو وہ سب اللہ کے راستے میں خیرات کردیتی تھیں۔ (ہمیں اپنی ماؤں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور اللہ کی نیک بندیوں کے حال "حکایاتِ صحابہؓ"۔

فضائل صدقات اور حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب برنی کی کتب: اُمّت کی مائیں - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں - خواتین کے لیے بہشتی سبق - وغیرہ کتب میں پڑھنا چاہیے - اِس رسالے میں بھی اِنھی کتب سے روایات نقل کی ہیں) -

ایک مرتبہ ایک صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اُس وقت حضرت عائشہؓ کی باندی بھی وہیں تھی جو پانچ درہم کا کُرتہ پہنے ہُوئے تھی، فرمایا کہ میرے پاس حضورؐ کے زمانے میں اِسی قسم کا ایک کُرتہ تھا، مدینہ منورہ میں جب کسی عورت کی شادی ہوتی تو میرے پاس آدمی آتا کہ دو چار دن کو اپنا کُرتہ دے دو۔

موجودہ زمانے کی سب سے معزز شخصیت قطبُ الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نوّرَ اللہ مَرقدہٗ فرماتے ہیں کہ

"جہیز میں بقدرِ ضرورت برتنوں کے دینے میں تو خلاف نہیں اگر واقعی ضرورت ہو- اور زیور کا دینا پسندیدہ ہے، بشرطیکہ ایسا ہو کہ اس میں مالیت تو زیادہ ہو اور گھڑائی بہت کم ہو تاکہ ضرورت کے وقت بچیوں کے کام آسکے، اور اپنی ہمت کے موافق ضرور دیا جائے۔

البتہ جہیز بَری کے کپڑوں کا ایسی بہت مخالف ہُوں کہ وہ عُمدہ عُمدہ قیمتی جوڑے اِس قابل تو ہوتے نہیں کہ گھر میں پہن لیے جائیں، صندوق کی زینت ہو کر گلتے ہیں - ایک دو جوڑا اگر قیمتی بھی بنالیا جائے تب بھی کچھ مضایقہ نہیں کہ وہ کہیں آنے جانے میں استعمال ہو سکتا ہے لیکن بہت سے قیمتی جوڑے اِسراف اور اِضاعتِ مال کے سوا کچھ نہیں"

مگر چونکہ ہماری شریعت میں تشدّد اور سختی بالکل نہیں ہے، اس لیے ممانعت صرف انھی چیزوں کی کی گئی ہے جو ہمارے لیے سراسر مضر ہوں ورنہ فضیلت کی چیزوں میں صرف ترغیب کا پہلو اختیار کیا گیا ہے صریح ممانعت نہیں کی گئی ہے، جس کی مثالیں احادیث میں بہت مل سکتی ہیں جو اہلِ علم حضرات پر مخفی نہیں ہیں۔

مثلاً حدیث پاک میں عورتوں کے لیے فضیلت تو گھر میں نماز پڑھنے کی وارد ہے۔ حتیٰ کا حدیث پاک میں آیا ہے کہ "جو نماز مسجدِ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی گئی ہو اُس سے بھی افضل عورت کی وہ نماز ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے"۔ لیکن جو عورت اس فضیلت کو چھوڑنا چاہے اور اس کا جذبہ مسجد میں آنے کا ہو تو اس کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا گیا۔

یہی حال عورتوں کے لیے زیب و زینت اور پُر تکلف لباس کا ہے کہ اگرچہ ان کو اس بناؤ سنگھار اور تکلفات سے روکا نہیں گیا، لیکن اس کے برعکس سادگی کی ترغیب ضرور بہت سی احادیث میں وارد ہے اور دراصل یہی چیزیں زیادہ قابلِ لحاظ ہیں، باقی اس کے خلاف جو بات حدِّ جواز میں ہوگی اس کو جائز ہی کہا جائے گا، ممنوع اور مذموم نہیں کہہ سکتے اور نہ کسی کو کہنے کا بجز صاحبِ شریعت کے اس کا حق ہے، وَاللّٰہُ الْمُوَفِّق

بازار سے سودا لانے کا رواج

دیکھو! کتنی بڑی بات ہے کہ گھر سے نماز کے لیے نکلنا اور ایسی نماز کے لیے نکلنا جو حرم شریف میں سَیِّدُ الکَونَین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی جائے اس میں بھی نکلنے کی وجہ سے بروئے حدیث عورت

کے لیے فضیلت باقی نہیں رہتی تو روز روز بازار سودا خریدنے جانا جس کا اب بہت رواج ہوگیا ہے، کتنا بُرا اور دینی مزاج کے کتنا خلاف ہوگا

یہ باتیں دین کو اپنے لیے اہم سمجھنے والوں کے لیے ہیں ورنہ تو ہر کام میں ضرورت، فائدہ اور سہولت کچھ نہ کچھ ہوتی ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ہمارے مالک اور کارساز کی اجازت بھی ہے یا نہیں۔

بیبیو! تم اپنی قدر پہچانو، تمھارا بہت احترام ہے اور شریعت کے احکام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھاری بہت رعایتیں فرمائی ہیں، جیساکہ شروع میں بھی گزر چکا۔

حجۃ الوداع میں جن اُونٹوں پر عورتیں سوار تھیں، ان کو تیز چلانے سے یہ فرماکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا کہ شیشے ہیں (عورتوں کی نزاکت کی طرف اشارہ ہے) آہستہ چلاؤ۔

تمھارا ہر بات میں لحاظ کیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جو عورتیں نماز پڑھتی تھیں، ان کے کسی بچّے کے رونے کی آواز سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز تک کو مختصر فرما دیا کرتے تھے، تاکہ بچّہ کی ماں پریشان نہ ہو۔

حجۃ الوداع میں آخری وصیتوں کے طور پر بڑے اہتمام سے تمھاری رعایت کرنے کے متعلق مَردوں کو خبردار کیا گیا کہ "عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔"

تمھارے اِنھی فضائل کی بنا پر اللہ والے بھی تمھارا بہت لحاظ کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے حضرت شیخ نوّرَ اللہ مرقدہ کو بھی عورتوں اور بچیوں کی بہت رعایت فرماتے ہوئے دیکھا۔

کیا اب بھی ایسے شفیق، مہربان پیارے نبی مُحبّی صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حُکموں کی نافرمانی کی جاسکتی ہے، جب کہ وہ سارے اَحکام ہمارے اپنے

ہی دُنیا و آخرت کے فائدے کے لیے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اپنے کھُلے دشمن شیطان اور نفس اور اپنے بدخواہ کفار کی پیروی میں اپنی عزت اور فائدہ سمجھنا کتنی حماقت اور بے غیرتی کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی اور دوزخ کے مقابلے میں اپنے بے جا غلامانہ ذہنیت والے جذبات کو چھوڑ دینا کیا مشکل ہے۔ اللہ والیوں کے پاس اور تنہا بیٹھ کر سوچو اور اپنے کو بدلو۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔ توفیق کے لیے اللہ والیوں کے پاس بیٹھنا، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اپنے لیے دُعا کرنا، آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا ہوگی اور سچی محبت کی علامت حکم کو ماننا ہے نہ کہ محض دعویٰ کرنا۔ محبت کا دعویٰ تو سب مسلمان کرتے ہیں لیکن آپ تو خصوصی بندیوں میں ہیں، خود سچائی پیدا کرنے کی کوشش کرو اور دُوسری بہنوں کو اسلامی لباس کی ترغیب دو، غیر اسلامی سے نفرت دلاؤ اور ثابت کرو کہ ہم مسلمان عزت والے ہیں، دوسروں کو ہمارے لباس اختیار کرنے چاہییں نہ کہ ہم نافرمانوں کے فیشن اختیار کر کے اپنی غلامی کا ثبوت دیں۔

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے "خبردار! تم سب کے سب نگہبان ہو اور سب سے اپنی اپنی رعیت (یعنی جو چیز اس کی نگرانی میں دی ہوئی ہے) کا سوال ہوگا۔"

مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس سے بیوی اور اولاد کے متعلق سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگہبان ہے اس سے شوہر کے مال اور اولاد کے متعلق سوال ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھتیجی ایک مرتبہ ان کے پاس آئیں، ان کی اوڑھنی باریک تھی، حضرت عائشہ رضی نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی

اور اپنے پاس سے موٹے کپڑے کی اوڑھنی اوڑھا دی۔

البتہ دوسری حدیث میں باریک کپڑا اس صورت میں پہننے کی اجازت ہے، جس کے نیچے موٹا کپڑا ہو۔

حاصل یہ ہے کہ سمجھدار، دین دار عورتوں کو خود احکام پر عمل کرنے کے ساتھ اپنی ناسمجھ بچیوں اور بہنوں کی اصلاح کی فکر بھی کرنی چاہیے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی ھُوَ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَلَاحَوْلَ
وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ
تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ
یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ
اٰمِیْن *

معذرت خواہ ممتثل امر اماں جی مدظلہا

محمد اقبال مدینہ منورہ

بروز جمعہ ۲۶ جمادی الاول
۱۴۰۳ھ

اِس کتابچہ میں اکثر حدیثیں اور ترجمہ بہشتی زیور، معارف الحدیث اور دوسری معتبر مشہور کتب سے لی گئی ہیں * یہ کتابچہ عام مجمع نساء میں سُنانے کے لیے ہے اس لیے مضامین کی زیادہ وضاحت نہیں کی گئی ورنہ جدید تہذیب کی قلعی کھولی جاتی، لیکن باحیا دیندار عورت کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور ایک ہی مجلس میں پوری بات ہو جانے کی مصلحت کے پیشِ نظر بھی اختصار کیا گیا *